نہ ہو۔ اب اگر ایسا ہوا کہ یہ زنجیریں ہمارے بزرگوں کی مخالفت کے باوجود ٹوٹیں۔ اور ٹوٹنا تو انہیں ہے ہی۔ اور اسلامی ذہن جامد کا جامد ہی رہا، اور اس نے آج بھی نئے زمانے اور اس کے تقاضوں کو پہلے کی طرح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ اور آئندہ نسلیں ذہنی جمود اور معاشرتی زنجیروں کو غلطی سے اسلام سمجھنے لگیں گی اور چونکہ صنعتی انقلاب کی وجہ سے ان کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ڈر یہ ہے کہ مبادا کہیں ہمارے بزرگوں کے اس رویے سے قوم کے اسلامی شعور پر زد نہ پڑے۔ اور نئی ابھرتی ہوئی قوتیں اسلام کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی راہ میں سنگ گراں سمجھنے لگیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :- یُرِیدُ بِکُمُ الیُسرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ العُسرَ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔ ماہنامہ "معارف" کے ایک مضمون بعنوان "فساد زمانہ اور عمومی بلویٰ" میں جو "فکر و نظر" میں نقل کیا جا رہا ہے، مولانا مجیب اللہ ندوی نے اسی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلامی شریعت نے معاملاتی اور تمدنی امور میں غیر معمولی مشقت سے بچانے کے لئے آسانیاں پیدا کی ہیں تاکہ شریعت کی دوامی حیثیت محفوظ رہے اور وہ بالکلیہ معطل نہ ہو کر رہ جائے۔ مولانا موصوف نے "نشر العرف" (ج ۲ صہ ۱۲۵) سے ایک اقتباس بھی دیا ہے، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے :-

> حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی تنگی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت ہوتی ہے۔ تکلیف حتی الامکان رفع کی جاتی ہے۔ ضرورت شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔

ذبیحہ کے احکام کے سلسلے میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے جو کچھ کہا، یا "فکر و نظر" میں جو کچھ لکھا گیا، اس کی تائید میں بعض صحابہ کرام کے اقوال، کئی ایک مجتہدین کی آراء اور بہت سے فقہاء کے فتوے مذکور ہوئے ہیں۔ اس دور کے دو بہت بڑے عالموں شیخ محمد عبدہ اور شیخ سید رشید رضا نے اور آخر الذکر کو تو ہمارے سلفی بزرگ ایک امام کا درجہ دیتے ہیں، اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اسی کو خاص طور سے اس مسئلے میں مدار علیہ بنایا گیا ہے۔ اور ان کے اقوال سند کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ ان سب باتوں